سحر و صابئیت تاریخ کی روشنی میں

(از مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی فاضلِ دیوبند)

(۲)

جدید نظریۂ تحقیق کے اصول کے مطابق کسی قدیم قوم و مذہب یا علم و فن کی تاریخ سے بحث کرنے کے لیے سب سے زیادہ سہل اور یقینی دو طریقے ہیں۔

۱۔ اس کے نام اور وجہ تسمیہ کی لغوی تحقیق کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ سب سے پہلے کس قوم نے اس لفظ کو استعمال کیا اور کب اور کس بنا پر استعمال کیا؟

۲۔ آثار قدیمہ اور حفریات۔

پہلا طریق علمی ہے اور دوسرا عملی، بتوفیقِ الٰہی ہم علی الترتیب ان دونوں طریقوں پر سحر و صابئیت کی تاریخ سے بحث کرینگے

صابئیت کی لغوی تحقیق

(۱) "صَبَأ" عربی لغت میں ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ صَبَأَ الرجل مال من دین الی دین (قاموس، لسان العرب وغیرہ) صَابِئی وہ شخص جو اپنا پہلا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے، اس بنا پر ابتداء اسلام میں مشرکین عرب نے اسلام میں داخل ہونے والوں کو صَابِی اور صُبَاۃ کا لقب دیا تھا کیونکہ وہ اپنا قدیم مذہب بت پرستی چھوڑ کر توحید و رسالت کی طرف آرہے تھے۔

صابئین نے توحید و رسالت، جو دین فطری آدم و نوح علیہما السلام کی اولاد میں قدیم الایام

سے چلا آرہا تھا اس کو چھوڑ کر روحانیات اور کواکب کی پرستش اختیار کی تھی اس لیے اُن کو "صابئی" کہا گیا یا یوں کہیے کہ اس عہد کی گمراہ اقوام عاد و ثمود وغیرہ کے مذہب بت پرستی کو چھوڑ کر انہوں نے ہیا کل سماویہ (سیارات) اور ارواح کی پرستش شروع کی تھی اس لیے اُن کو "صابئی" کہا گیا۔ بہرحال موحدین و مشرکین دونوں کے نقطۂ نظر سے وہ "صابئی" یعنی مرتد تھے۔ کیونکہ روحانیات اور ستاروں کی پرستش دونوں کے لحاظ سے ایک نیا مذہب تھا۔

(۲) اس لفظ کا ایک اور تیسرا اشتقاق بھی ہے۔ عربی لغت میں صَبَأَتِ النُّجُومُ اِذَا طَلَعَتْ "ستاروں کا طلوع ہونا" بھی اس لفظ کے معنے آتے ہیں اُدھر سامی زبان زبان میں لفظ صَبَا کے معنی تارے کے ہیں۔ عبرانی میں بھی صبا جماعتِ سیارگان کے مفہوم میں پایا جاتا ہے۔ تو عربی، عبرانی اور سریانی تینوں زبانوں میں اس لفظ کا مفہوم کوکب سے متعلق ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ کوکب پرستی کی وجہ سے ان کو تینوں زبانوں میں "صابئین" کہا گیا۔

(۳) مذہب صابئیت کا جزوِ اعظم روحانیات سے غایت قرب و تعلق اور اُن سے عشق و محبت پیدا کرنا ہے، اور عربی میں صَبَأَ الرَّجُلُ اِلیٰ فُلَانٍ کے معنے کسی کی طرف مائل ہونے اور محبت کرنے کے بھی آتے ہیں اسی مادہ سے "صَبْوَة" بمعنی عشق و محبت اور "صُبَاة" بمعنی عشاق مستعمل ہے "صَبِیّ" بچہ کو اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر شخص کی طبیعت اُس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ انبیاء مرسلین کے دامن کو چھوڑ کر روحانیات سے رشتہ جوڑنے اور اُن سے عشق و محبت پیدا کرنے کی وجہ سے اُن کو "صابئی" کہا گیا۔

(۴) بعض مورخین کا خیال ہے کہ نوح علیہ السلام کے والد لمک کے ایک بھائی کا نام "صابی" تھا۔ صابئین اس کی طرف منسوب ہیں[1]۔

[1] تاریخ ابن جریر و ابن اثیر جلد اول۔

(۵) صابئہ مدعی ہیں کہ صابئیت کے بانی صابی بن شیث ابن آدم علیہ السلام ہیں، اسی لیے ان کو صابئی کہا جاتا ہے۔ شیث کو صابئہ عاذیمون یا عادیموت کہتے ہیں[1]۔

صابئیت کا اجمالی خاکہ

صابئیت دنیا کا سب سے پرانا اور عالمگیر مذہب ہے۔ ابتدا میں یہ مذہب خالص وحدانیت پر مبنی تھا۔ روحانیین یعنی ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عالم علوی وسفلی کے نظام کا مدبر اور حوادث کونیہ میں کارفرما سمجھتے تھے۔ سیارات وکواکب اور اجرام علویہ یعنی آسمانوں، اور ان کی حرکات اور طلوع وغروب کو اسباب کے درجہ میں عالم کے اندر موثر مانتے تھے۔ بت پرستی سے بیزار تھے۔ روحانیین اور سیارات واجرام کو صرف عظمت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے مگر مرور ایام کے ساتھ ساتھ اس عظمت واحترام میں بھی ترقی ہوتی رہی، یہاں تک کہ ہیاکل سماویہ یعنی سیارات کے لیے ارواح تجویز کیں اور انہی ارواح وروحانیات کو تقرب الٰہی اور قضاء حوائج کا ذریعہ قرار دے کر نبوت ورسالت کا انکار کر دیا اور حنیفیت کے مدمقابل بن گئے۔ اب صابئیت وحنیفیت دو مقابل مذہب ہوگئے اول الذکر اکتسابی کمال انسانی تھا جس کا مدار صرف ریاضت اور انسانی جدوجہد پر تھا، اور ثانی الذکر کا مدار محض موہبت الٰہی اور نبوت ورسالت پر تھا۔ ما بہ الامتیاز دونوں مذہبوں میں یہ تھا۔

صَابِئِیَّتْ: التعصب للروحانیین۔ روحانیت کی طاعت وحمایت اور انہی کو ذریعہ نجات سمجھنا، صابئیت ہے۔

حَنِیْفِیَّتْ: التعصب للبشر الجسمانیین۔ بشر جسمانی یعنی انبیاء کرام کی طاعت وحمایت اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھنا، حنیفیت ہے۔ (ملل ونحل شہرستانی)

علامہ عبدالکریم شہرستانی نے "ملل ونحل" میں حنیفیت اور صابئیت کو کما حقہٗ ممتاز کرنے کے لیے مناظرۂ صابئہ وحنفاء لکھا ہے جو علامہ موصوف کا شاہکار اور کتاب مذکور کی قابل قدر بے نظیر

[1] تاریخ ابوالفداء۔ جلد اول۔

بحث ہے۔

اسی طرح اور ذرا زیادہ زمانہ گذرنے کے بعد ہیاکل سماویہ اور اجرام علویہ کی یہ دوری ناگوار معلوم ہونے لگی لہٰذا ان کے نام کے مجسمے اور بت بنوا کر رکھ لیے اور اب کواکب پرستی کے ساتھ بت پرستی بھی بروئے کار آگئی۔

علامہ ابن حزم اپنی کتاب "الفصل بین الملل" میں صابئیت کے ابتدائی عہد کے متعلق فرماتے ہیں:۔

صابئین جس مذہب کے مدعی ہیں وہ دنیا کا سب سے پرانا اور روئے زمین پر سب سے زیادہ غالب مذہب تھا، یہاں تک کہ صابئین نے اس میں نئی نئی باتیں (کواکب پرستی و بت پرستی وغیرہ) پیدا کردیں اور اس کے احکام کو بدل ڈالا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

علامہ طنطاوی جوہری صابئین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا مصداق قرار دیتے ہیں جنکی ہدایت کے لیے وہ مبعوث کیے گئے تھے، اور اس مذہب صابئیت کی ابتدائی نشاۃ پر ذیل کے الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں۔

صابئین ایک قوم ہے جو اپنے آپ کو روحانیات کی طرف منسوب کرتی ہے۔ ان کے عقائد و اعمال کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم الایام اور امم فانیہ میں اس فرقہ کے اسلاف اور ربانیین کا مذہب پاکیزگی، طہارت، تزکیۂ نفس اور مقامِ اعلیٰ تک ترقی کرنا اور فرشتوں سے مماثلت پیدا کرنا تھا، چنانچہ قاعدہ ہے کہ ہر مذہب جب ابتداءً رائج ہوتا ہے اور لوگ اس کو قبول کرتے ہیں تو وہ آغاز میں محض ہدایت اور فطرۃ کے موافق، اپنے متبعین کے لیے مفید اور قبول کرنے والوں کے لیے نافع ہوتا ہے مگر مرورِ ایام کے بعد وہ جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گر جاتا اور انسانیت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ بن کر رہ جاتا ہے، یہی حال صابئیت کا ہے۔ چنانچہ

ابتدا میں صابئین کا عقیدہ تھا کہ عالم کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو خود مخلوق کی صفات سے منزہ ہے اور اس کے فرشتوں کا ایک گروہ ہے یہی فرشتے عالم علوی و سفلی اور زمین و آسمان کے منتظم اور کارفرما ہیں۔

صابئیت کی ابتداء اور اصل حقیقت مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ گو صابئین بعثت انبیاء اور رسالت بشری کے شدید منکر ہیں مگر اس کے باوجود اعتراف کرتے ہیں کہ عاذیمون و ہرمس صابئیت کے معلم اول ہیں۔ روحانیین اور اُن کے کمالات سے سب سے پہلے انہوں نے ہی ہمیں روشناس کرایا ہے۔ ابن ندیم کتاب "الفہرست" میں بیان کرتے ہیں کہ صابئیت کے معلم اور بانی تین ہیں:۔

۱۔ ارانی، ۲۔ اغاثا ذیمون (عاذیمون) ۳۔ ہرمس۔

شہرستانی صابئہ کے ایک فرقہ "حربانیہ" کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "یہ لوگ اپنے معتقدات و اقوال عاذیمون۔ ہرمس۔ اعیانا۔ اور اواذی ان چار نبیوں کی جانب منسوب کرتے ہیں"

معلوم ہوتا ہے کہ ابن ندیم نے اواذی اور عاذیمون کو ملا کر اغاثا ذیمون ایک شخص بنا دیا ہے درحقیقت یہ دو شخص ہیں۔ اسی طرح ارانی اور اعیانا ایک ہیں۔

بہرحال ہرمس اعظم اور عاذیمون کو صابئہ کے تمام فرقے اپنا معلم اول تسلیم کرتے ہیں۔

تمام مورخین و محققین مذاہب اور خود صابئہ اس پر متفق ہیں کہ عاذیمون سے حضرت شیث اور ہرمس سے حضرت ادریس مراد ہیں۔ صابئہ اپنے معتقدات کی صحت و حقانیت کی سب سے بڑی سند یہی پیش کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کی تعلیمات اور اُن کے عہد کی تحقیق کی جائے تاکہ صابئیت کی ابتدائی تاریخ سامنے آجائے۔

عاذیمون یا عادیموت عاذیمون یا عادیموت کے متعلق اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مورخین اور خود صابئہ ان کو شیث کہتے ہیں اور انہی کے بیٹے صابی بن شیث کی نسبت سے خود کو "صابی" کہتے ہیں

ہرمس | ہرمس اعظم اور اُس کی تعلیمات کے متعلق تاریخ میں کافی مواد موجود ہے جس سے فرقہ صابئہ کی ابتدا اور تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔

شہرستانی "ملل ونحل" میں ہرمس اعظم کی تعلیمات و وصایا اور اُن کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں وصایاء ہرمس اس لیے نہیں بیان کرتا کہ وہ۔ العیاذ باللہ صابی تھے بلکہ میرا منشاء اس سے صرف یہ ہے کہ ہرمس کی حکیمانہ باتیں صابئیت کے خلاف ہیں اور مذہب حنیفیت کی تائید کرتی ہیں اور اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت اصل کمالات ہے۔ انبیاء و مرسلین ہی ہر قسم کے کمال کا مرجع ہیں اور شرائع الٰہیہ کی پیروی لازم ہے۔" ہرمس اعظم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ہرمس پسندیدہ اقوال اور قابل تعریف و توصیف آثار و افعال کے ساتھ موصوف ہیں، انبیاء کبار میں سے شمار ہوتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ادریس نبی علیہ السلام وہی ہیں۔

بروج و کواکب اور سیاروں کے نام سب سے پہلے انہوں نے ہی تجویز کیے۔ سیارات کی بروج میں ترتیب اور ان کے لیے شرف و وبال، اوج و حضیض، مناظر ثلاثہ تثلیث و تربیع و تسدیس مقابلہ مقارنہ، رجعت اور استقامت کو اول اول اُنھوں نے ہی ثابت کیا اور کواکب کی تعدیل و تقویم بیان کی۔"

شہرستانی کی طرح دوسرے مورخین بھی ہرمس اعظم کا مصداق ادریس علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں علامہ فرید وجدی "دائرۃ المعارف" میں لفظ "ہرمس" کے تحت میں لکھتے ہیں:۔

"یہ ہرمس اول کا نام ہے اس لفظ کا اصلی تلفظ "ارمس" ہے جو عطارد کا نام ہے۔ یونانی ہرمس کو "اطرسمین" کہتے ہیں اور عرب "ادریس" اور عبرانی "اخنوخ"۔ یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہم السلام کے بیٹے ہیں اور مصر کے شہر منف میں پیدا ہوئے۔

اس کے بعد فرید وجدی نے مبشر بن فاتک سے ان کا حلیہ اور اخلاق بالتفصیل نقل کیے ہیں جو بالکل انبیاء سے ملتے جلتے ہیں۔

مشہور منجم ابو معشر بلخی کتاب الالوف میں لکھتا ہے کہ ہرمس تین گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہرمس اول ہیں جن کا زمانہ طوفان سے پہلے ہے۔ ہرمس دراصل قیصر و کسریٰ کی طرح ایک لقب ہے۔ اہل فارس ان کو "الجد" یعنی خداوند عدل کہتے ہیں۔ صابئہ کا فرقہ حرانیہ ان کی نبوت کا مدعی ہے اہل فارس کہتے ہیں کہ یہ کیومرث یعنی آدم کے پوتے ہیں۔ عبرانی میں ان کو اخنوخ اور عربی میں ادریس کہتے ہیں۔ اس کے بعد ابو معشر لکھتا ہے کہ یہ کائنات علویہ اور حرکاتِ کواکب کے سب سے پہلے معلم ہیں ان کے دادا کیومرث یعنی آدم نے دن رات کے گھنٹے ان کو بتلائے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے عبادت خانے بنائے اور اُن میں خدا کی عبادت کی۔"

اس کے بعد ابو معشر ذرا تفصیل کے ساتھ بتاتا ہے کہ انہوں نے کس طرح تمام علوم و فنون ایجاد کیے اور کس کس طریق پر اُن کو طوفان کی دست برد سے بچانے کے لیے محفوظ کیا۔ اور پھر لکھتا ہے:۔ "علمائے سلف یعنی علماء اسلام سے ایک اثر میں مروی ہے کہ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتابوں کو پڑھا پڑھایا اور علوم و فنون ترتیب دیے۔ اللہ پاک نے تیس صحیفے اُن پر نازل کیے۔ سب سے پہلے کپڑے سی کر انہوں نے ہی پہنے اور اللہ پاک نے اُن کو بلند مقام پر اُٹھا لیا۔"

ابن الندیم کتاب الفہرست میں کندی سے نقل کرتے ہیں:۔

"کندی نے صابئہ کے پاس ایک کتاب دیکھی جس کی وہ بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں یہ توحید پر ہرمس کے مقالات ہیں جو اُس نے اپنے بیٹے کے لیے لکھے ہیں۔ مسئلۂ توحید پر اس قدر مستحکم اور ٹھوس مقالات ہیں کہ بڑے سے بڑا فیلسوف بھی حد درجہ جانفشانی اور تعب نفس کے باوجود ان مقالات سے درگزر نہیں کر سکتا اور ان کے قبول کرنے پر مجبور رہے"

ابن اثیر اخنوخ کے ذیل میں لکھتے ہیں:-

"اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہم السلام یہی ادریس علیہ السلام ہیں یہ اولاد آدم میں سب سے پہلے شخص ہیں جن کو نبوت دی گئی، انہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھنا ایجاد کیا اور علوم نجوم و حساب میں سب سے پہلے انہوں نے کلام کیا۔ یونانی حکماء ان کو "ہرمس حکیم" کہتے ہیں۔ ان کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے، ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے تھے انہوں نے ہی سب سے پہلے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔"

ابن اثیر کا یہ تمام بیان طبری سے ماخوذ ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ یہاں مرتب ہے اور وہاں پراگندہ۔

علامہ طنطاوی جوہری نے حضرت ادریس کے متعلق لکھا ہے:-

"انہی کو (تورات کی زبان میں) اخنوخ کہتے ہیں۔ ادریس دراصل اِذریس یا اِسْوریس کی تعریب ہے یہ نام مصری آثار میں موجود ہے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"ہمارے علمائے مفسرین متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا، کپڑے سیے اور سی کر پہنے، سب سے پہلے ہتھیار بنائے اور علم حساب و ہندسہ ایجاد کیا۔ یہ ہمارے مفسرین کا بیان ہے جو قدماءِ مصریین کے بیان سے بالکل مطابق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قدماء مصریین اپنے تمام علوم و فنون اور صنائع و حرف کو انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔"

امام رازی نے بھی وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ کے ذیل میں حضرت ادریس کو نوح علیہ السلام

کا پردہ اٹھایا ہے۔

قرآن حکیم حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا — اور (اے پیغمبر) کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کر۔ بلاشبہ وہ بھی مجسم سچائی اور نبی تھا۔ اور ہم نے اسے بڑے ہی اونچے مقام تک پہنچا دیا تھا۔

نبوت کے ساتھ لفظ صدیق ان کے شخصی ممیزات پر دال ہے۔

علامہ طنطاوی جوہری لکھتے ہیں:۔

"صدیق کے معنی ہیں کثیر الصدق والتصدیق اور علوم وفنون تصدیقات کے مجموعہ ہی کو کہتے ہیں لہذا علوم حقہ واقعیہ کی کثرت تدوین وتصنیف اور ان پر اطلاع دینے کی وجہ سے ان کو صدیق کہا گیا ہے"۔

رازیؒ نے لفظ "ادریس" کی وجہ تسمیہ کثرت درس وتدریس بتلائی ہے۔

رفعت مکانی کے متعلق مفسرین مختلف ہیں بعض رفع حسی کے قائل ہیں کہ آپ کو زندہ یا بعد الموت آسمان پر اٹھا لیا گیا لیکن اکثر مفسرین کا رجحان یہ ہے کہ رفعت مکانی سے رفعت علمی مراد ہے

الغرض ہرمس اعظم اور حضرت ادریس علیہ السلام کی تعلیمات اور احوال اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ ان کی بنا پر مورخین اور صابئہ کے اس بیان کی صحت میں کوئی شک نہیں رہتا کہ ہرمس اعظم سے ادریس علیہ السلام ہی مراد ہیں۔

لہذا معلوم ہوتا ہے کہ ادریس علیہ السلام نے احکام الٰہیہ اور نوامیس شرعیہ کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے دنیا کو کائناتِ علوی کے اسرار، نظام عالم سفلی کے رموز اور قدرت وعنایتِ الٰہیہ کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی معصوم مخلوق فرشتوں اور تدبیر عالم سے متعلق ان کی مفوضہ خدمات سے جن کو وہ بامر الٰہی انجام دیتے ہیں، مطلع کیا۔ جس کو تنزیلِ عزیز میں فرشتوں کی زبان

سے اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ — اور جو بھی ہم میں سے اس کا ایک مقرر ٹھکانا ہے۔

اور اللہ پاک ان کی شان میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ — جو اللہ نے حکم کیا اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا اُن کو حکم دیا جاتا ہے۔

اسی طرح اجرام سماویہ اور سیارات اور اُن کی حرکات کے خواص و اثرات سے مطلع کیا۔ بروج اور کواکب کے جملہ احوال اور اُن سے متعلق انقلابات و تاثرات سے آگاہ کیا۔ علم نجوم، ریاضی و ہندسہ بلکہ تمام علوم و فنون اور صنائع و حرف سے اُن کو واقف بنایا، انسانی تمدن اور اصول معاشرت کی بنیاد ڈالی تاکہ اشرف المخلوقات اپنے خالق و پروردگار کی قدرت و عظمت سے واقف ہو کر سر نیاز اس کی بارگاہ ربوبیت میں خم کردے اور اُس کے فرستادہ انبیاء و مرسلین کی لائی ہوئی شرائع اور احکام کی پیروی کرکے فلاح دارین حاصل کرے۔

اب اس کے بعد آپ صابئیت کے عقائد و اعمال اور روحانیات یعنی ملائکہ کے متعلق ان کے بیانات کو دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ صابئیت حضرت ادریس علیہ السلام کی تعلیمات کی مسخ شدہ صورت ہے اس عہد کے کسی شقی ازلی شخص یا گروہ نے اپنی اغراض و اہواء کی بنا پر یا شیطان کے اغوا اور فریب نفس سے نبوت اور بعثت بشری کا انکار کیا اور دانستہ یا نادانستہ طور پر روحانیین یعنی ملائکہ کو قرب الٰہی اور قضاء حوائج کا ذریعہ اور واسطہ قرار دیا نظام عالم اور حیات انسانی کا مدبر اور ہیاکل سماویہ اور اجرام علویہ کو فاعل اور مؤثر حقیقی گردانا۔ ریاضت و مشق، تزکیہ و تجلیۂ نفس اور تشبہ بالروحانیات کے بعد انبیاء و مرسلین کے ساتھ مساوات بلکہ ترفع کا دعویٰ کیا۔ قضاء حوائج اور حصول مقاصد کے لیے ہیاکل سماویہ اور روحانیات کا دامن تھاما اور جبین نیاز خالق حقیقی کی جناب ربوبیت کے بجائے اُس کی ادنیٰ مخلوق کے

سلطنت ختم کردی اور وہی بدبخت انسان جو کل مسجودِ ملائک تھا اور ملائکہ اس کے خدام تھے۔ آج خود فرعون کے سامنے سجدہ ریز بن گیا۔ "احسن تقویم" کی بلند چوٹیوں سے "اسفل السافلین" کے تاریک گڑھے میں جا پڑا۔۔ یہ ہے صابئیت کی حقیقت اور اس کی ابتدائی نشأت کی تاریخ۔

صابئیت کا پہلا دور طوفانِ نوح سے پہلے طوفانِ نوح علیہ السلام سے پہلے کی تاریخ بالکل تاریکی میں ہے کیونکہ عہدِ حاضر میں اقوامِ عالم کی تاریخ کے ماخذ دو ہیں، ایک آثارِ قدیمہ و حفریات، یہ عملی ہے مگر طوفان سے پہلے کی تاریخ پیش کرنے سے بالکل عاجز و درماندہ چنانچہ اب تک حفریات اور آثارِ قدیمہ سے جو تاریخ مدوّن ہوئی ہے وہ صرف امم سامیہ تک پہنچتی ہے اور بس۔ دوسرا طریقہ علمی ہے اس سلسلہ میں عرب مورخین کے پاس قرآنِ کریم اور آثارِ صحیحہ کے بعد تاریخ عالم کا سب سے بڑا ماخذ تورات ہے، گو وہ صرف سامی سلسلہ کی تاریخ پیش کرتی ہے۔ اہلِ فارس مدعی ہیں کہ ان کا سلسلۂ تاریخ نام بنام اور عہد بعہد بالکل محفوظ ہے، مگر مورخینِ عرب اس پر چنداں اعتبار نہیں کرتے اور پھر علماءِ علم الانساب کے بیانات میں اس قدر اختلافات ہوتے ہیں کہ کسی یقینی نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور قرآنِ کریم میں امم ماضیہ کے واقعات صرف اسی حد تک لیے گئے ہیں جہاں تک کہ بعثت انبیا اور ان کی دعوتِ حق کا تعلق ہے قرآنِ حکیم کا منشا موعظت و اعتبار ہے نہ کہ تاریخ اقوام و امم بیان کرنا۔

لہٰذا صابئیت کے اس دور کی تاریخ تفصیل سے تو نہیں بیان کی جا سکتی ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ صابئیت اس عہد میں حنیفیت یعنی نبوت و رسالت کے حریفِ مقابل کی حیثیت سے ضرور برروئے کار آ چکی تھی۔

علماءِ اسلام اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے اور آثارِ صحیحہ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان صرف دو نبی گزرے ہیں، ایک شیث اور دوسرے ادریس

علیہما السلام۔ ادریس علیہ السلام کا ذکر قرآنِ حکیم میں موجود ہے اور ذریتِ آدم میں سب سے پہلے انہی کو نبی کے لقب سے یاد کیا ہے، مگر گمراہ اقوام میں سب سے پہلے جس قوم کا ذکر کیا گیا ہے وہ قوم نوح ہے۔ قوم نوح اگر ایک طرف بت پرستی پر بشدت مُصر ہے:۔

فَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا — اُنھوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑو۔ نہ ود کو

وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا — چھوڑو نہ سواع کو نہ یغوث کو نہ یعوق کو اور نہ نسر کو۔

تو دوسری طرف بعثت بشری اور نبوت کی بھی اسی طرح منکر ہے۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا — تو اُن کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا یہ تو تم ہی جیسا ایک انسان ہے

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ — (یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے) یہ چاہتا ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے۔

عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً — اگر اللہ پاک نبی بھیجنا چاہتا تو فرشتے بھیجتا۔ ہم نے تو ایسی بات

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ. — اپنے آباواجداد میں سُنی نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے ساتھ ساتھ یہ قوم بعثت بشری اور رسالت کی منکر ہے۔ بجائے انسان کے ملائکہ کی رسالت جائز الوقوع سمجھتی ہے ولو شاء اللہ لانزل ملٰئکۃ صاف لفظوں میں بشر کے مقابلہ میں ملائکہ کی فضیلت اور اثبات کمال کا دعویٰ ہے اور صابئیت کا مدار بھی اثبات کمال فی الروحانیین اور انکار رسالت پر ہے باقی رہی کواکب پرستی اور بت پرستی تو یہ روحانیات کی عبادت پر مرتب شدہ ایک اثر ہے جو مرورِ ایام سے رونما ہوا، لہٰذا قرآن کریم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح جس کی ہدایت کے لیے حضرتِ نوح مبعوث ہوئے تھے وہ صابئی تھی، صرف صابئیت کا ایک جزو یعنی عبادت کواکب و سیارات قوم نوح کے کردار میں اس طرح نمایاں نظر نہیں آتا جس طرح قوم ابراہیم علیہ السلام کے عقائد و اعمال میں نمایاں ہے لیکن سورۂ نوح کی مذکورۂ ذیل آیات پر غور کیا جائے

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ — کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اللہ پاک نے کس طرح ساتوں آسمان تو تو پیدا

طِبَاقًا، وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ کیے اور اُن میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ
الشَّمْسَ سِرَاجًا. بنایا۔

اجرام سماویہ اور مشہور ترین سیارات یعنی شمس و قمر جن کی حرکات و اوضاع کے ساتھ بیشتر نظام عالم منضبط و وابستہ ہے۔ ان کی تخلیق پر اللہ کا نبی خاص طور پر اس گمراہ قوم کو متوجہ کرتا ہے اور ان کے مخلوق اور قابلِ عبادت نہ ہونے پر متنبہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احترامِ سماوات و سیارات ابھی تک عبادت کی حد تک نہیں پہنچا تھا مگر اندیشہ تھا کہ کہیں مرورِ ایام کے بعد ایسا نہ ہو کہ یہ گمراہ قوم انبیاء و مرسلین کا دامن چھوڑ دے اور سیارات و ارواح کی پرستش شروع کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر مورخین قوم نوح علیہ السلام کے متعلق ایک قول یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ وہ صابئی تھے[۱]۔

ابن اثیر قوم نوح علیہ السلام کے تعلق لکھتے ہیں :-

"نوح علیہ السلام جس گمراہ قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے اُس کے متعلق علماء مختلف ہیں :-

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک گمراہ قوم تھی جو طاعتِ الٰہیہ کو چھوڑ کر ارتکاب فواحش کفر و شرک اور انہماک فی الشہوات وغیرہ پر اصرار کرتی تھی۔

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قوم بیوراسپ (ضحاک) کی متبع تھی جس نے سب سے پہلے مذہب صابئیت کو پھیلایا اور اس کی طرف دعوت دی۔

۳۔ قرآن عزیز بتاتا ہے کہ وہ بت پرست تھی۔

ابن اثیر کہتے ہیں : میرے نزدیک اِن تینوں اقوال میں کچھ تعارض نہیں بلکہ بلا کسی قسم کے شک و شبہ کے حق یہ ہے کہ یہ لوگ بت پرست تھے۔ قرآنِ حکیم کے بیان کے مطابق بتوں کی پرستش

---

[۱] دیکھو طبری جلد اول۔

کرتے تھے اور صابئہ کے ایک گروہ (اصحاب اشخاص) کا مذہب بھی بت پرستی ہے اس لیے کہ صابئہ کا اصل مذہب روحانیین کی عبادت ہے تاکہ وہ اُن کو اللہ پاک سے قریب کر دیں وہ اقرار کرتے ہیں کہ عالم کا ایک پیدا کرنے والا ہے اور وہ حکیم و قادر ہے (ہر قسم کے نقائص و عیوب سے) پاک ہے مگر کہتے ہیں کہ ہمارے ذمہ صرف یہ ہے کہ ہم اس بات کا یقین کریں کہ اس کی معرفت جلال تک پہنچنے سے ہم عاجز ہیں اور ہمارے واسطے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اس خدا سے ان واسطوں کے ذریعہ سے قرب حاصل کریں جو ہمیں خدا تک پہنچانے والے ہیں اور وہ وسائط روحانیین ملائکہ ہیں اور چونکہ روحانیین آنکھوں سے نظر نہیں آتے تھے، اس لیے ان سے قرب ہیاکل یعنی سیارات سبعہ کے ذریعہ سے حاصل کیا کیونکہ یہ ہیاکل اُن کے نظریہ کے موافق اس عالم کے منتظم و مدبر ہیں۔ پھر ان میں سے ایک گروہ یعنی اصحاب اشخاص (بت پرستوں) نے جب دیکھا کہ ہیاکل کبھی طلوع ہوتے ہیں کبھی غروب، رات کو نظر آتے ہیں، دن کو نظر نہیں آتے تو انہوں نے ان ہیاکل کے موافق بت تجویز کیے، تاکہ وہ ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہیں اور اُن کے ذریعہ سے ہیاکل سے قرب حاصل کریں اور ہیاکل کے ذریعہ روحانیین سے اور روحانیین کے ذریعہ صانع عالم سے یہیں سے بت پرستی کی ابتدا ہوتی ہے۔ چنانچہ آج تک عرب کے بت پرست اپنی بت پرستی کی وجہ جواز یہی پیش کرتے تھے۔"

امام رازی قوم نوح علیہ السلام کی بت پرستی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ابو زید بلخی کتاب الرد علی عبادۃ الاوثان" میں لکھتا ہے: بت پرستی دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت سے بہت پہلے سے بت پرستی موجود تھی اور اس وقت تک برابر اطراف عالم پر محیط و مسلط رہی ہے حالانکہ ایک لکڑی یا پتھر وغیرہ کے ٹکڑے کا خالق ارض و سما اور لائق ستائش ہونا،

ایک بدیہی چیز ہے اس لیے اس کے جواز کے لیے یقیناً ایسے وجوہ ہونے چاہئیں جو عقل کے نزدیک قابل قبول ہوں چنانچہ اس سلسلہ میں چند وجوہ پیش کیے گئے ہیں۔

۱۔ ابو معشر بلخی لکھتا ہے کہ بت پرستی نظریۂ تجسیم یعنی اِس عقیدہ سے پیدا ہوئی، کہ اللہ پاک جسم ہے اور مکان میں ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ پاک نور ہے اور سب سے بڑا نور ہے اور جو فرشتے اس کے عرش کے چاروں طرف مصروفِ عبادت ہیں وہ اس کی بہ نسبت چھوٹے چھوٹے نور ہیں۔ لہذا اس عقیدہ کی بنیاد پر ایک سب سے بڑا بُت خُدا کا اور بہت سے چھوٹے بڑے بُت ملائکہ مقربین کے اُنھوں نے بنائے اور اس اعتقاد کے ساتھ اُن کی پرستش شروع کردی کہ ہم خدا اور اس کے فرشتوں کی عبادت کر رہے ہیں۔ لہذا بت پرستی عقیدۂ تجسیم سے دنیا میں پیدا ہوئی ۔

۲۔ صابئہ کا گروہ عقیدہ رکھتا تھا کہ خدائے اعظم نے ان سیارہ اور غیر سیارہ کواکب کو پیدا کیا اور اس عالم سفلی کی تدبیر انہی کواکب کے سپرد کردی لہذا انسان ستاروں کے بندے ہیں اور ستارے خدائے اعظم کے۔ پس بندوں پر ان ستاروں کی عبادت واجب ہے۔ یہ ستارے کبھی نکلتے ہیں اور کبھی غروب ہوتے ہیں لہذا اُنھوں نے ان کی شکلوں پر بت بنوائے اور اُن کی عبادت شروع کردی۔ مگر ان کا اصلی مقصد ستاروں کی عبادت تھا۔

۳۔ زمانۂ قدیم میں لوگ منجم تھے، اصحاب احکام کی طرح ہر قسم کی سعادتوں اور نحوستوں کو سیارات کی جانب منسوب کرتے تھے۔ جب کبھی آسمان پر کوئی عجیب شکل کسی عجیب طلسم کے لائق ظاہر ہوتی اس پر طلسم بنا لیتے اور اس سے عجیب و غریب قسم کے آثار ظاہر ہوتے۔ اس طلسم کی وہ ہمیشہ تعظیم و تکریم اور عبادت و پرستش کرتے تھے۔ ہر طلسم خاص ستارہ اور خاص برج کی شکل کے مطابق بناتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وُدّ آدمی کی شکل

پر تھا اور سُواع کی شکل عورت کی تھی اور یغوث شیر کی اور یعوق گھوڑے کی اور نسر گدھ کی شکل پر بنا ہوا تھا۔"

بت پرستی کی ان تینوں وجوہ کا تجزیہ کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی ایک نتیجہ ہے جو احوال ملائکہ کی معرفت، سیارات و اجرام علویہ اور اُن کی حرکات و تاثرات سے واقفیت اور علم نجوم سے آگاہی پر مرتب ہوا، اور یہ ظاہر ہے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت سے کئی سو سال پیشتر ادریس علیہ السلام دنیا کو ان تمام علوم حقہ سے آگاہ کر چکے تھے، لہٰذا بلا تردد کہا جا سکتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم صابئیت کی متبع اور بت پرست تھی اور ان کی بت پرستی صابئیت کی رہینِ منت ہے۔

سحر و صابئیت کا سب سے پہلا داعی

تاریخ عالم میں ہمیں سحر و صابئیت کا سب سے پہلا داعی بیوراسپ نظر آتا ہے جس کو عرب ضحاک اور اہل فارس "دہ آک" اور "اژدہاق" بھی کہتے ہیں۔

مورخین عرب و عجم اور علماءِ علم الانساب اس پر متفق ہیں کہ سحر و صابئیت کو سب سے پہلے اسی ضحاک نے رائج کیا۔ طہورث کی سلطنت کے پہلے ہی سال میں، جو سلاطین فُرس کے سلسلہ کا تیسرا بادشاہ تھا، اُس نے اس بدعت صابئیت کو پھیلانا شروع کیا۔

مسعودی ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے :۔

"طہورث کی سلطنت کے پہلے ہی سال میں ایک شخص پیدا ہوا جس کو ابوراسف کہتے ہیں اُس نے مذہب صابئہ ایجاد کیا اور دعویٰ کیا کہ شرف و مجد اور عظمت و جلال کے اعلیٰ مدارج اور حیات جاوید کا معدن یہ اونچی چھت یعنی بلند آسمان ہے اور کواکب ہی اس عالم کے مدبر اور نظم و نسق کا مرجع ہیں انہی کی حرکات اور اتصالات و انفصالات سے عالم سفلی کے تمام واقعات، عمروں کا کم و بیش ہونا بسائط عنصریہ کی ترکیب اور مرکبات کی تحلیل، صور اشیا کی تکمیل، دریاؤں کا نمودار ہونا اور خشک ہونا انہی سیارات و کواکب

کی حرکات فلکیہ اور ان کے مختلف دوروں اور قرب و بعد، اتصال و انفصال سے ظہور میں آتے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ عالم کی تدبیرِ اکمل صرف ان سیارات سے وابستہ ہے جو اپنے اپنے آسمانوں میں گردش کرتے ہیں۔ ناقص الرائے لوگوں کی ایک جماعت نے اس شخص کی پیروی کی۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ مذہب صابئیت کا سب سے پہلا منبع ہے۔

طبری اور ابن اثیر کی تصریحات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی بیوراسپ ہے جس کو عرب ضحاک اور ایرانی "دہ آک" اور اہل فارس "بیوراسپ" کہتے ہیں۔ ضحاک کے حالات بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

ضحاک دنیا کا سب سے بڑا ظالم و جفا کار اور بے رحم انسان تھا مظالم کی کوئی نوع ایسی نہ تھی جو اس نے خلق خدا پر روا نہ رکھی ہو۔ جادوگر تھا، جادو کے زور سے لوگوں کو مقہور کر کے جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ یہ خاندان سلطنت یعنی ہوشنگ و جمشید کی نسل سے نہ تھا بلکہ ایک ادنیٰ درجہ کا حاکم تھا جمشید پر اس نے خروج کیا اور اس کو آرہ سے چیر کر ہلاک کر دیا اور خود تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا اور اپنے ظلم و ستم سے تمام دنیا پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، آخر پیمانۂ ظلم و ستم لبریز ہو گیا اور فریدوں نے اس کو گرفتار کر کے "دنباوند" نامی پہاڑ پر قید کر دیا۔ چنانچہ اہل فارس کا عقیدہ ہے کہ وہ اب تک جبال دنباوند میں مقید ہے اور لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتا ہے۔

ضحاک کی سلطنت کا زمانہ بہت دراز ہوا ہے نسابینِ فرس کہتے ہیں ایک ہزار سال تک سلطنت کی۔ اقالیم سبعہ پر اس کی حکومت تھی۔

بیوراسپ یعنی ضحاک کس زمانہ میں تھا اس کی تعین بہت مشکل ہے۔

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ کیومرث (جیومرث) اہلِ فارس کا جدِ اعلیٰ ہے اور اہل فارس کے

پاس کیومرث سے لے کر یزدجرد تک تمام سلاطین کی تاریخ نام بنام اور عہد بعہد مرتب اور منضبط موجود ہے
ان کا دعویٰ ہے کہ کیومرث ہی آدم علیہ السلام ہیں بلکہ بعض نسابین فرس اس طرح تطبیق دیتے ہیں:-

ہوشنگ بن افراوال بن سیامک بن منشا بن کیومرث۔

مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔

ابن خلدون کے بیان کے موافق محققین مورخین اہل فارس کے اس بیان کی تردید کرتے ہیں بلکہ وہ اہل فارس کو سامی النسل قرار دیتے ہیں اور سام بن نوح کے کسی بیٹے ارفخشد یا لاود یا غیلم کی نسل سے بتلاتے ہیں اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ کیومرث دراصل جامر بن یافث ہے۔

طبری کا رجحانِ خاطر اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اہل فارس کی تاریخ کے متعلق نسابینِ فرس کے بیان پر اعتماد کیا جائے۔ ہر قوم اور ملک کی تاریخ کے متعلق اسی کے بیان پر اعتماد کرنا چاہیے چنانچہ وہ ہشام کلبی کے اس بیان کو پسند نہیں کرتے کہ "ہوشنگ" کا عہد سلطنت دراصل نوح علیہ السلام سے دو سو سال بعد تھا اہل فارس نے اس کو آدم کے دو سو سال بعد کر دیا" اور کہتے ہیں کہ ہوشنگ اہل فارس کے ہاں ایسا ہی مشہور ہے جیسا کہ اہل اسلام کے ہاں حجاج بن یوسف۔ لہٰذا انھی کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے، بہرحال ہم اس کا تصفیہ نہیں کرنا چاہتے کہ بیوراسپ کا زمانہ کونسا ہے، طوفان سے پہلے ہے، جیسا کہ ایک جماعت کی رائے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم بیوراسپ کی متبع تھی، یا طوفان کے بعد ہے، جیسا کہ دوسری جماعت کی رائے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بیوراسپ ہی ابراہیم علیہ السلام کا نمرود ہے یا نمرود بیوراسپ کا ماتحت عراق کا بادشاہ ہے ہمارا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ صابئیت کا داعیٔ اول ہیں۔ اہل فارس کی تاریخ میں بیوراسپ ملتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تاریخ عرب و عجم میں ایسا نہیں جس کی جانب اختراع و دعوت صابئیت کی نسبت کی گئی ہو۔

اسی طرح تاریخ عالم میں صابیت کی پیرو سب سے پہلی قوم قوم نوح ہے۔ لہٰذا اگر بیوراسپ کا زمانہ قبل الطوفان ہے تو صابئیت کے دور اوّل میں اس کو مخترع اور موجد کا مقام حاصل ہے۔ اور اگر بعد الطوفان ہے تو دور ثانی میں اس کو صابئیت کی حمایت و اشاعت کا رتبہ حاصل ہے۔

صابئین کے اس دو راوّل کی تاریخ ہم فیلسوف تاریخ علامہ ابن خلدون کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

"مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ تک آدم علیہ السلام کی اولاد سر تمام روئے زمین نسلاً بعد نسلٍ آباد رہا شیث اور ادریس وغیرہ انبیاء بھی ان میں مبعوث ہوئے بہت سے پادشاہ بھی ان میں پیدا ہوئے۔

کلدانیین و سریانیین وغیرہ مذہب کے نام سے مشہور قومیں بھی پیدا ہوئیں (کلدانیین کے معنی ہیں موحدین اور سریانیین کے معنی ہیں مشرکین)

اور یہ مورخین مدعی ہیں کہ صابئی اقوام بھی ان ہی میں سے ہیں۔ یہ صابئی ہیں لمک بن اخنوخ کی نسل سے ہیں۔ سیارات و کواکب کی عبادت اور اُن کی روحانیات کی تسخیر پر ان کے مذہب کا انحصار ہے۔ اور کلدانیین یعنی موحدین بھی انہی صابئین میں سے ہیں۔

مشہور کاتب ابو اسحاق صابی نے صابئین کے نسب اور مذہب کے متعلق ایک مقالہ لکھا ہے۔ سریانیین کے مورخ داہر نے اور بابا صابی حرانی نے بھی ان کے حالات بیان کیے ہیں اور صابئیت کی ہمہ گیری اور روئے زمین پر صابئین کے تسلط کی تفصیلات نیز اُن کے مذہبی آئین و رسوم مفصل بیان کیے ہیں۔ اور یہ کہ یہ قومیں دنیا سے مٹ چکیں اور اُن کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔"[1]

[1] کتاب العبر۔ جلد ثانی